© rasailojaraid.com

اور اس کا مذہب ہیں تو اس کا یہ فہم اور عمل دونوں گمراہی ہیں۔ ایسے تو اس فہم وادراک کے ساتھ عمل کرنا چاہیے کہ یہ مسائل اس فقیہ یا مجتہد کے خانہ ساز مسائل اور ان کے خود ساختہ مذہب نہیں، بلکہ وہ خاص اسلام کے مسائل ہیں جن کا علم اسے اس فقیہ یا مجتہد کی وساطت اور ذریعے سے حاصل ہوا۔ کسی فقیہ یا مجتہد سے حاصل شدہ مسئلہ اسلام کو یہ حیثیت دے کر عمل کرنا کہ یہ مسئلہ اس فقیہ یا مجتہد کا مسئلہ اور اس کا مذہب ہے، پہلی بڑی ضلالت ہے اور ضلالۃً فوق ضلالۃ یہ ہے کہ اپنے عمل اور اپنے اس اتباع کو اس فقیہ و مجتہد کی طرف منسوب بھی کر دیا جائے۔ شارع علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی طرف، کیسے ہی باشدہ انتساب ہی غلط ہے۔ جس مسئلہ پر عمل ہو اس فہم و شعور کے ساتھ ہو کہ یہ مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہے اور اس عمل میں ہم اتباع اسلام کر رہے ہیں۔

نیز یہ کہنا کہ میں اس مسئلہ میں فلاں فقیہ کا پیرو ہوں، اور یہ کہ اس بارے میں فلاں مجتہد صاحب کا مذہب میرا معمول ہے اور کسی کا یہ طے کر دینا کہ ایک دو یا چند ایک بزرگان متقدمین کے مذاہب میں سے کسی ایک کی پیروی لازمی ہے، میرے خیال میں بوجوہ مذکورہ درست نہیں۔

میں نے اپنی سمجھ کے مطابق حقوق الزوجین اور رسالہ دینیات میں ایسے مقامات دیکھے ہیں جہاں مسائل کے دفعات اور ان کے بیان میں "مذاہب" کے ذکر اور ان کی طرف انتساب کو نمایاں دخل ہے۔ یعنی "یہ مسئلہ فلاں مذہب کا ہے" اور "فلاں مذہب کا یہ مسئلہ درست نہیں" اور "فلاں مذہب کے مطابق عمل درست ہوگا" وغیرہ۔ نہ ہونا یوں چاہیے کہ "یہ مسئلہ اسلام کا ہے" اور "یہ مسئلہ اسلام کا نہیں، اس لیے درست نہیں" اور "اسلام ہی کے فلاں مسئلہ پر عمل درست ہوگا" وغیرہ!

اگر ان شبہات میں میں حق بجانب نہیں ہوں تو میری غلط فہمی کا ازالہ فرما دیں۔

جواب:۔ کسی اجتہادی مسئلہ کو عین دین اسلام کہہ کر پیش کرنا یا اس پر عین شریعت اسلام سمجھ کر عمل کرنا غلط ہے۔ جس معاملہ میں نصوص شریعت موجود نہ ہوں اس میں ایک مجتہد اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات سے اوفق بات معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جس نتیجہ پر بھی وہ پہنچتا ہے یہ اس کی اپنی رائے ہوتی ہے، جس میں خطا اور صواب دونوں کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی رائے کو عین اسلام کہہ کر پیش کرے۔ وہ صرف یہی کہہ کر پیش کر سکتا ہے کہ فلاں معاملہ میں اس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کی مرضی سے اقرب بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام اور ائمہ عظام تمام اجتہادی امور میں اسی طرح اپنی رائیں پیش کیا کرتے تھے، کوئی بھی یہ کہہ کر پیش نہیں کرتا تھا کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے یا رسول کا یہ ارشاد ہے یا شریعت اسلام کا یہ حکم ہے۔

جو لوگ ان اجتہادات کو قبول کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فلاں مسئلہ میں میں فلاں امام کا پیرو ہوں ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں اس امام کے اجتہاد کو اوفق بالکتاب والسنۃ پاتا ہوں اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ قباحت جس چیز میں ہے وہ صرف یہ ہے کہ آدمی کسی ایک امام یا عالم کا اندھا مقلد بن جائے اور حق و ہدایت کو اس کی پیروی کے اندر محصور کر دے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ آپ بھی یہی کہنا چاہتے ہیں، لیکن تعبیر میں بات خلط ملط ہو گئی۔

قرآن و حدیث اور سائنٹفک حقائق

سوال:۔ قرآن و حدیث میں بہت سے امور ایسے بیان ہوئے ہیں جنھیں زمانۂ حال کی تحقیق غلط قرار دیتی ہے۔ اس صورت میں

© rasailojaraid.com